TQ Lesson 195 Surah Namal Ayat 1-14 Tafseer1

سورت النمل مکی سورت ہے اسکے 7 رکوع اور 93 آیات ہیں الفاظ اور کلمات کی تعداد 1166 حروف ہیں 4879 یہ سورت النمل کے نام پر ہے آیت 18 میں **واد النمل** کا ذکر آیا ہے۔ سورت کا نام اسی سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ سورت جس میں النمل کا قصہ مذکور ہے یا جس میں النمل کا لفظ وارد ہوا ہے نمل کس کو کہتے ہیں؟ چیونٹی کو۔اس سے پہلے آپ اسی سے ملتے جلتے نام والی ایک سورت پڑھ چکیں ہیں **النحل** وہ کس کو کہتے ہیں؟ شہد کی مکھی کو۔ ایک اور جانور کے نام پر بھی آپ ایک سورت پڑھ چکیں ہیں البقرہ اور سورت العنکبوت آپ ابھی پڑھیں گی ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری سورت چیونٹی کے گرد گھوم رہی ہے بلکہ یہ وہ سورت ہے جس میں چیونٹی کا ذکر آیا ہے۔ **نمل نملۃٌ** کے معنی میں آیا ہے ایک چیونٹی مذکر مؤنث دونوں کے لیے یہ استعمال ہوتا ہے یہ لفظ نمل۔ النمل اسم جمع بھی ہے اور اسم ظرف بھی اسم جمع بھی مطلب مذکر اور مؤنث کے لیے بھی ہے اور اسم ظرف سے کیا مراد ہے؟ اگر ظرف بولوں تو جگہ کے لیے ہوتا ہے یعنی ظرف زماں اورظرف مکان .ظرف سے مراد برتن ہوتا ہے یہ کبھی جگہ کو ظاہر کرتا ہے اور کبھی زمانے کو تو یہاں اس سے مراد ہے بہت سی چیونٹیوں والی جگہ یعنی ایک چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور زیادہ چیونٹیوں کو بھی کہتے ہیں اور جہاں بہت ساری چیونٹیاں رہ رہیں ہوں اس کو بھی کہتے ہیں **طَعَامٌ مَّنْمُوْلٌ: وہ** طعام جس میں چیونٹیاں چڑھ جائیں۔ اس کا قرآنی نام نمل کے علاوہ ایک اور بھی ہے اور وہ کیا ہے طٰسٓ یہ سورت کا قرآنی نام ہے اور آپ دیکھ لیجیے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی **حدیث** ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورت البقرہ ذکر اول سے دی گئی ہے اور سورت طٰہٰ اور طٰواسین یعنی جتنی سورتیں طا سین سے شروع ہوتی ہیں اور حوامیم وہ سورتیں جو ح میم سے شروع ہوتی ہیں یہ سب سورتیں الواحِ موسی میں سے دی گئی ہیں (طواسین ایسی سورتیں جو طس سے شروع ہو رہی ہیں یعنی جو سورت بھی جس کے شروع میں آپ پڑھیں گی طا سین تو کیا ہے طواسین والی یہ سورتیں ہیں اور اسی طرح بعض سورتوں کے شروع میں حامیم تو ان کو کونسی سورتیں کہتے ہیں حوامیم) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب سورتیں الواحِ موسیٰ میں سے دی گئی ہیں اور سورت الفاتحہ مجھے عرش کے نیچے سے دی گئی ہے۔ طا سین حروف مقطعات میں سے ہے تو ایسی سورتیں جو کہ حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں بعض حروف مقطعات کے معین حروف ہیں جیسے حا میم حم طٰسٓ طا سین اور بعض کے نہیں ہیں جیسے یاسین ہے طٰہٰ ہے اور بھی الف لام را ہے مختلف الفاظ حروف مقطعات کے ملتے ہیں۔ اس سورت کا زمانہ نزول کیا ہے مضمون اور انداز بیان مکہ کے دور متوسط کی سورتوں سے پوری مشابہت رکھتا ہے ۔ اور اس کی تائید روایات سے بھی ہوتی ہے ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”پہلے سورت الشعراء نازل ہوئی ، پھر النمل ، پھر القصص ۔ “ اس سورت کے اندر دو خطبے ہیں ۔ پہلا خطبہ آغاز سورت سے چوتھے رکوع کے خاتمے تک ہے ۔ رکوع اس کے اندر کتنے ہیں سات دوسرا خطبہ پانچویں رکوع کی ابتدا سے سورت کے اختتام تک ۔ پہلے خطبے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو قرآن سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں اور پھر اس کے لیے اللہ تعالی نے جہاں پہ رہنمائی حاصل کرنے والوں کے اوصاف بتائے ہیں اور وہیں پر اللہ تعالی نے تین قسم کے کردار سامنے رکھے ہیں ایک کردار، ایک مثال فرعون اور قوم ثمود کے سرداروں اور قوم لوط کےسرکشوں کا ہے اور یہ کونسا کردار ہے جو فکر آخرت سے بے نیاز ہوتے ہیں جو اللہ کو مانتے نہیں ہیں دوسری مثال اللہ تعالی نے دی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کہ اللہ تعالی نے ان کو دولت ثروت حکومت سب کچھ دیا لیکن یہ کونسا کردار ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے آگے جوابدہ سمجھتے ہیں توحید اور آخرت کے قائل ہیں۔توحید اور آخرت کے قائل جو لوگ ہیں ان کا کردار کیسا ہوتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ جو قائل نہیں ہوتے ہیں ان کا کردار کیسا ہوتا ہےقوم فرعون اور سرداران قوم ثمود

اور سرکشان قوم لوط کا ہے ایک تیسری مثال بھی اللہ تعالی نے پیش کی ہے وہ ہے ملکہ سبا کا کردار وہ تھی تو بڑی دولتمند بڑی امیر لیکن وہ مکہ کے سرداروں اور قوم لوط اور قوم ثمود کے سرداروں سے لاکھوں درجے بہتر تھی کیوں وہ بھی تقلید آباء کی قائل تھی لیکن جب اس کے سامنے توحید پیش کی گئی تو کیا کیا اس نے؟ وہ مان گئی اس نے اس کو قبول کر لیا نفس کی بندگی اور خواہش کی جو غلامی ہوتی ہے وہ اس کے اندر اڑی نہیں رہی اس کے اندر کبر نہیں پایا جاتا تھا اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تعلیم دی تو اس کے آگے وہ جھک گئی اور پھر جو دوسرا خطبہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کائنات سے کچھ نشانیاں پیش کی ہیں اور ان نشانیوں کے ذریعے انسان کو جھنجوڑا ہے کہ اگر انسان چاہے تو پھر ان نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لا سکتا ہے. طسٓ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور یہ وہ حروف ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے معنی جانتا ہے اور آپ کو یہ بات پتہ ہی ہے کہ یہ سورت کا قرآنی نام بھی ہے اور جو حروف مقطعات ہیں وہ الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں ان کے معنی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے

آیت نمبر 1۔ طسٓ ۚ تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ
ترجمہ۔ طا۔ سین یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی

یہ آیات ہیں قرآن کی **وَكِتَابٍ مُّبِينٍ** اور کتاب مبین کی تو آپ دیکھ لیجیے کہ اللہ رب العزت قرآن کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں بتا رہے ہیں کہ قرآن مجید پوری کی پوری نسل انسانیت کے لیے ہدایت بن کر نازل ہوا اور آسمانی کتاب ہے اور لوگوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے تو اللہ تعالی کیا کہہ رہے ہیں کہ اس کی حقانیت اس کی صداقت پر کہیں سے دلیل لانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود قرآن مجید ہی اس بات پر دلیل ہے یعنی جیسے ہوتا ہے کہ جب کسی چیز کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اس پر کوئی دلیل لائی جاتی ہے اس کی صداقت کو اس کی صحت کو جانچنے کے لیے لیکن قرآن مجید یہ اللہ تعالی کا ایسا معجزہ ہے یہ اللہ تعالی کی بہترین کتاب ہے اللہ تعالی نے ہدایت کے لیے اس کو بھیجا ہے تو اس کے لیے کسی مزید معجزے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کیا ہے **تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ** یہ ہیں آیات قرآن کی اب یہاں پر دیکھیں **تِلْكَ** آگیا اشارہ بعید کیوں آیا اشارہ قریب آنا چاہیے تھا یہ ہیں آیات تو وہ ہیں آیات اشارہ بعید آیا قرآن کی عظمت کو بتانے کے لیے قرآن کی بلندی کو بیان کرنے کے لیے کہ قرآن مجید دلیل ہے ،قرآن مجید عظیم ہے، یہ قرآن ہے **ٱلْقُرْءَانِ** اور قرآن جو ہے(**ق ر ء**) قرءٌ فُعْلَان کے وزن پر ہے اور اس کے معنی کیا ہیں اس کے ایک معنی ہیں پڑھنا تو وہ کتاب جو پڑھی جاتی ہے اور ایسی کتاب جو پڑھی جارہی ہے اور مسلسل پڑھی جارہی ہے اور دنیا میں کوئی اور کتاب نہیں ہے جو اتنی پڑھی جاتی ہو جتنا کہ قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن مجید دنیا میں پڑھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی ہے تو قرآن اسم مبالغہ ہے بار بار کثرت سے اور ہمیشہ پڑھی جانے والی کتاب جیسے اللہ تعالی سورت نمبر 50 ، سورت **ق۔ قٓ وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْمَجِيدِ (1)** قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی اور دوسرے قرآن کے معنی ہوتے ہیں جمع کرنا ہے اور قرآن مجید جمع کیا ہوا ہے. نازل ہوا اور پھر اس کو جمع کیا گیا تو قرآن مجید کی آیات اس کی سورتیں جو ہیں اس کو جمع کر دیا گیا اس کی تدوین کی گئی پھر آپ دیکھیں قرآن کے لیے ایک اور نام بھی ہمیں ملتا ہے قرآن میں فرقان وہ بھی اسم مبالغہ ہے جیسے قرآن اسم مبالغہ ہے اسی طرح وہ بھی اسم مبالغہ ہے الگ علیحدہ ایک ایک پہلو پہلو جو ہے اس میں فرق کرنے والا ہے قرآن حق اور باطل کی ایک ایک بات کو پھر قرآن کا ایک اور نام **"ذکر "** بھی ہے آپ نےیہ بات پڑھی تھی کہ قرآن مجید کیا ہے **ذِكْرَىٰ** اس کا نام ذکر بھی ہے **تذکرہ** بھی ہے کہ یاد کرواتا ہے اور قرآن کو اس لیے ذکر کہتے ہیں کہ اس سے دل نرم ہوتے ہیں اس کی نصیحت کے ذریعے انسان آخرت کی تیاری کرتا ہے اپنے عملوں کو سنوارتا چلا جاتا ہے اور آپ دیکھیں کہ یہ جو ریل اور ہوائی جہاز

کی ٹکٹ ہوتے ہیں اس کو بھی تذکرہ کہتے ہیں کیوں آپ سواری کرنا چاہ رہے ہیں ریل یا جہاز پر بیٹھنا چاہ رہے ہیں تو اس کو بھی تذکرہ کہتے ہیں کیا مطلب ہے جیسے سرٹیفکیٹ ہے جیسے ایک پاسپورٹ ہے یعنی گویا کہ سرٹیفکیٹ کو بھی تذکرہ کہتے ہیں پاسپورٹ کو بھی کہتے ہیں ٹکٹ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے نا تو قرآن مجید بھی تذکرہ ہے اس کے بغیر آخرت کا سفر نہیں کیا جا سکتا یہ آخرت کا ٹکٹ ہے قرآن مجید جیسے اللّٰہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ **أَأُنزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا ۚ** (8۔ سورت ص) یا پھر فرمایا **إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ** (19۔ سورت المزمل) ایک نام تو قرآن ہے یہی کافی تھا **تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ** کہ یہ آیات ہیں قرآن کی سورت النمل یا تو اس کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ بڑی افضل ہے بڑی فضیلت والی ہے یا پورا قرآن پورے کے پورے قرآن کی آیات وہ کیا ہیں وہ اللّٰہ کا نازل کردہ کلام ہے اور بڑا ہی افضل ہے دوسری بات کہ پھر **وَكِتَابٍ مُّبِينٍ** کیوں کہا جب قرآن کہہ دیا تھا پھر کتاب کا ذکر کیوں آیا؟ تو کتاب کونسی ہوتی ہے لکھی ہوئی تو اب اس کی ایک اور صفت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ یہ کتاب جو ہے اس کی جو تحریریں ہیں قرآن مجید کی جو تعلیمات ہیں اس کے احکام اور ہدایات جو ہیں وہ کیسے ہیں **مُّبِينٍ** مبین کے اندر تین باتیں پائی جاتیں ہیں مبین کے اندر ایک کیا ہے **"افتراق"** اس کے اندر پایا جاتا ہے دوسری بات ہے **"بُعد"** تیسری بات ہے **"وضوح"** تو قرآن مجید جو ہے وہ تینوں باتوں کے لحاظ سے مبین ہے پہلی بات اس کی کیا ہے اس کی ایک ایک چیز فرق کر کے بتائی گئی ہے دوسری بات کیا ہے اللّٰہ تعالی نے **"بُعد"** یعنی فاصلہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی آیتیں روشن ہیں یعنی **"وضوح"** وضاحت کرنے والی ہیں تو قرآن مجید کے معنی کیا ہیں کہ آیتیں الگ الگ ہیں حق اور باطل میں فرق پیدا کرتی ہیں اور ہر چیز جو ہے وہ بالکل واضح ہے اور مبین کے معنی اور کیا پڑھے تھے آپ نے کہ صریح واضح خود واضح ہے اور جو اس کے پاس آتا ہے اس کو واضح کر دیتا ہے لازم اور متعدی کے معنی بھی مبین کے اندر پائے جاتے ہیں کہ یہ حق اور باطل کا فرق کھول کر بتاتی ہے اور جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ آنکھیں کھول کر پڑھے گا اس کو پتہ چل جائے گا کہ یہ رسول اللّٰہ صلیی اللّٰہ علیہ وسلم کا اپنا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے **تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ** اب پھر کہا

آیت نمبر 2۔ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ۔ ہدایت اور بشارت اُن ایمان لانے والوں کے لیے

یہاں بھی بڑی خاص بات ہے کہ یہ آیات ہدایت اور بشارت ہیں اللّٰہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ یہ جو آیات ہیں ہادی ہدایت دینے والی ہیں یہ نہیں کہا کہ بشارت دینے والی ہیں بلکہ ان کو خود ہی ہدایت اور بشارت کہہ دیا اصل میں **هُدًى** مصدر ہے **بُشْرَىٰ** بھی مصدر ہے تو جب فعل میں اس کو لانے کی بجائے یہ مصدر میں استعمال کیا جا رہا ہے تو مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے اندر جو رہنمائی اور بشارت کا وصف پایا جاتا ہے وہ کمال درجے ہے جیسے آپ کسی کو سخی کہنے کی بجائے کہیں کہ وہ تو دراصل مجسم سخاوت ہے آپ کسی کو حسین کہنے کی بجائے کہ دراصل وہ تو سراپا حسن ہے سر تا پا حسن ہے تو یہاں پہ بھی اللّٰہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ ہادی یا یہدی یہ نہیں کہا بلکہ کہا **هُدًى** ہدایت ہے **وَبُشْرَىٰ** اور بشارت ہے گویا کہ سراپا ہدایت ہے اور سراپا بشارت ہے اس کے معنی کیا ہیں کہ قرآن مجید وہ ہدایت دینے والی ہے ہدایت ہی ہدایت ہے تو جو بھی قرآن مجید کو پڑھے گا اس کی فصاحت اس کی بلاغت کو سمجھے گا اور گویا کہ پھر اسے ہدایت ملے گی اس کو بشارت ملے گی بہت خوبصورت انداز ہے قرآن کا یہاں پہ کہ ہدایت ہی ہدایت ہے بشارت ہی بشارت ہے لیکن شرط ہے ہر شخص اس سے ہدایت نہیں پاسکتا۔ قرآن مجید ایسے ہے جیسے کہ سورج قرآن مجید فرقان ہے سراج منیر ہے لیکن اگر کوئی سورج نکلنے پر آنکھیں بند کرلے دروازے بند کرلے کھڑکیاں بند کرلے اور سو جائے تو سورج کی روشنی سے فائدہ تو نہیں اٹھا سکتا اسی طرح جو

اپنے دل کے تالے نہ کھولے اپنے دل کو وا نہ کرے ہدایت کے لیے وہ اپنے دل اور دماغ کو حاضر نہ کرے تو وہ نہ ہدایت حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کو بشارت مل سکتی ہے بشارت اور ہدایت کن کو ملے گی **لِلۡمُؤۡمِنِينَ** ایمان لانے والوں کو اور ایمان کس پر لانا ہے اللہ پر ،آخرت پر ،رسول پر، قرآن پر تقدیر، پر فرشتوں پر للمؤمنین امن سے ہے امن حاصل کرنے والے ماننے والے کہ ہاں اللہ ہے اس سے ڈرا جائے، ہاں آخرت ہوگی اس کی تیاری کی جائے ہاں اللہ کا رسول اللہ کا سفیر ہے اور پھر اللہ کے رسول کے اسوۂ کو اپنایا جائے تو جو اس ہدایت پر چلے گا پھر اس کو بشارت ملے گی جنت کی ،رب کی رضا کی تو یہ جو مؤمنین ہوتے ہیں وہ ہوتے کیسے ہیں کیونکہ دنیا میں جتنے انسان ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ دو آنکھیں ہیں دو ہاتھ ہیں دو پاؤں ہیں ٹانگیں ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں ایسے ہی ہوتے ہیں نا سارے انسان تو مؤمنین میں اور عام انسانوں میں کیا فرق ہے جن کی یہ صفات ہوتی ہیں

آیت نمبر 3- ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ
ترجمہ۔ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں

وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز کو جسم کے اعضاء کے لحاظ سے ان میں اور کافروں میں اور مشرکوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور عام انسان کیا کرتے ہیں اپنی جنسی خواہش کو پورا کرتے ہیں نسل جاری رکھتے ہیں اپنا گھر بناتے ہیں رہتے سہتے ہیں اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں تو جانور بھی یہ کام کرتے ہیں بہترین انسان بھی یہ کام کرتے ہیں تو انسان جانوروں سے ممیز کیسے ہوتے ہیں انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ۔ اللہ احسن الخالقین ہے اس نے انسان کو بہترین بنایا تو کیسے انسان جانوروں سے فرق حاصل کرتا ہے اس میں اور دوسرے انسانوں میں کیسے فرق ہو جاتا ہے جب اس کو زندگی کا مقصد مل جاتا ہے

ے زندگی پھر رہی تھی بھٹکتی ہوئی
میری خانہ بدوشی کو گھر مل گیا

تو جو انسان عام انسانوں سے فرق ہو جاتے ہیں ان کی پہلی خوبی کیا ہوتی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اکیلے نہیں پڑھتے یہاں پہ یہ نہیں کہا جا رہا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں جیسے دیوار کھڑی ہوئی نظر آتی ہے اس طرح وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور قائم کرنے سے مراد کیا ہے؟ نماز کی جو شرائط ہیں نماز کے جو فرائض ہیں نماز کے جو ارکان ہیں ان سب کو پورا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اکیلے نہیں جس گھر میں جس بستی جس معاشرے جس شہر میں رہتے ہیں سب کو نماز کے لیے کہتے ہیں دروازہ کھٹ کھٹاتے ہیں اپنے بچوں کا بھی اپنے پڑوسیوں کا بھی کبھی فون کر کے کبھی درس دے کر مختلف طریقوں سے لوگوں کو کہتے ہیں کہ لوگوں نماز پڑھو لوگوں اللہ کی طرف آؤ **حي على الصلاة حي على الفلاح** تو یہ پہلی صفت ہے **يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ**۔ ایمان لاتے ہیں کہ نہیں پتہ کیسے چلے گا نماز قائم کرنے والے ہیں خود ہی نہیں تڑپ رہے اوروں کو بھی تڑپا رہے ہیں خود ہی سجدے نہیں کر رہے اوروں کو بھی سجدے میں گرا رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آپ نےسورت الشعرا میں کیا پڑھا تھا۔**ٱلَّذِى يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ (218) وَتَقَلُّبَكَ فِى ٱلسَّٰجِدِينَ** خود بھی سجدہ کر رہے ہیں نماز کے لیے اٹھ رہے ہیں اور دوسروں کو بھی سجدہ کرتے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں تو یہ ہیں نماز قائم کرنے والے دوسری صفت کیا ہے **وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ** اور وہ زکوۃ دیتے ہیں اب آپ دیکھ لیجیے کہ وہ نماز قائم کر کے صرف جسم پر ہی اللہ کا حق نہیں مانتے کہ جسم کو اللہ کے آگے جھکا دیا ہے بلکہ اپنے مال پر بھی اللہ کی حکومت کو قائم کر دیتے ہیں مال جس سے انسان محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے لڑتا ہے جھگڑتا ہے بھائی کا

گلا کاٹ دیتا ہے اور عرب کے معاشرے میں مال کی محبت بہت زیادہ تھی اب یہاں پر کیا بات بتائی جارہی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اپنے مال کو بھی پاک کرتے ہیں اور زکوۃ دینا اسلام کا دوسرا بڑا رکن ہے اور زکوۃ کا مال دینے سے ہی زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی بلکہ کیا ہے زکوٰۃ دراصل انسان کا تزکیہ کرتی ہے زکوٰۃ کے اندر ایک معنی تو یہ ہیں کہ زکوۃ وہ خاص رقم آپ کا نفع ہے جو آپ کے پاس بچت ہے اس پر جب سال گزر جاتا ہے تو ایک خاص شرح سے آپ اللہ کے راستے میں دیتے ہیں ساتھ ساتھ یہ احساس بھی ہونا چاہیے کہ زکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے اخلاق بھی پاکیزہ ہو رہے ہیں ہمارے اندر وہ پاکیزگی پیدا ہو رہی ہے میں اپنے مال کا وہی استعمال کرتی ہوں جو اللہ کو مطلوب ہے کیا میرے اندر مال کی محبت دب رہی ہے، کم ہو رہی ہے، دنیا سے محبت کرنے کی بجائے کیا میرے اندر آخرت کی محبت پیدا ہو رہی ہے، کیونکہ زکوۃ دینے والے دنیا سے محبت نہیں کرتے وہ صرف فرض ہی ادا نہیں کرتے وہ نفل بھی ادا کرتے رہتے ہیں انفاق ان کی خوبی ہوتی ہے **وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ** اور وہ ہیں آخرت پر **هُمْ يُوقِنُونَ** اس پر پورا یقین رکھنے والے اب آپ دیکھیں **هُمْ** کی ضمیر دو دفعہ آئی ہے (اور یہ ضمیر کونسی ہے آپ نے ضمیریں پڑھی تھیں ضمیرِ متصل اور ضمیرِ منفصل تو یہ ضمیر کی کونسی قسم ہے ضمیرِ منفصل فاصلے سے آئی ہے الگ ہو کر آئی ہے اور دو دفعہ آئی ہے) آخرت سے پہلے بھی اور آخرت کے بعد بھی تو ضمیرِ منفصل اور ضمیر کی تکرار ہے اور یہ یہاں پہ آئی ہے تاکید کے لیے آئی ہے حصر کے لیے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور یہاں پہ یہ آئی ہے اختصاص کے لیے خاص کرنے کے لیے **وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ** اور یہی لوگ ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھنا کیا ہوتا ہے؟ ایک ہوتا ہے ایمان لانا یہاں پہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ رہے کہ **هم یومنون** کہ وہ ایمان لاتے ہیں بلکہ کہا جارہا ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں تو ایمان تو پہلا درجہ ہے کہ کسی چیز کو آپ نے مان لیا ہے لیکن یقین جو ہے وہ کیا ہے؟ یقین دل کی اُس ٹھنڈک کا نام ہے روح کے اُس سکون کا نام ہے کہ جس چیز پر آپ ایمان لائے ہیں تو آپ کے اندر **عین الیقین** کی کیفیت پیدا ہو کہ **استیقان** آپ جو بھی نشانیاں تھیں جو دلائل تھے جو بھی آپ نے پڑھا دیکھا اُس کے بعد پھر آپ اُس کے لیے تیاری کرنے لگے آپ اُس کے لیے بھاگنے لگے لیکن افسوس کہ ہم کہتے تو ہیں کہ ہمارا آخرت پر یقین ہے لیکن ہمارا ایمان کیسا ہے ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہمارا آخرت پر یقین ہے کے نہیں؟ **وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ دیکھ لیں کہ جب انسان کا آخرت پر یقین نہیں ہوتا تو اُس کے کردار میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی وہ ترازو میں ڈنڈی مارتا ہے وہ زکوۃ نہیں دیتا وہ صدقات نہیں دیتا وہ نماز کو قائم نہیں کرتا وہ دنیا کی طرف کھنچا کھنچا جاتا ہے وہ پہلی ہی آزمائش کی چوٹ پر گر جاتا ہے اُس کے اندر مستقل مزاجی نہیں ہوتی تو آخرت پر یقین کا پتہ کیسے چلے گا؟ جو شخص آخرت کی جتنی تیاری کر رہا ہے اتنا ہی وہ آخرت پر یقین کرتا ہے آخرت کی تیاری کا کیسے پتہ چلے گا؟ آخرت کے لیے اللہ کے لیے کتنے عمل کرتے ہیں صبح سے لے کے شام تک میری اور آپ کی سرگرمیوں کا محور کیا ہے ہم کیا کرتے ہیں اور کتنا اللہ کو یاد کرتے ہیں کتنا موت کو یاد کرتے ہیں **مفہوم حدیث۔** "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سو سو بار استغفار کرتا ہوں " کہا "کہ قبر کو یاد کیا کرو قبر یاد کرتی ہے مردے کو موت کو یاد کیا کرو موت دلوں کے زنگ کو دور کر دیتی ہے" اور جو لوگ موت کو یاد کرتے ہیں تو وہ فرائض اور ارکان اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ادا کرتے چلے جاتے ہیں اور جو آخرت کی تیاری نہیں کرتے خواہ وہ کتنا نعرہ لگاتے رہے ہیں کتنا کلمہ پڑھتے رہیں ظاہری طور پر اُن کی شکل اور اُن کا جثہ ایسا ہے کہ مسلمانوں جیسا ہے مسلمانوں جیسا نام رکھ لیا ہے لباس پہن لیا ہے مسلمانوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں لیکن وہ مسلمان نہیں ہیں مسلمانوں جیسے کام نہیں کرتے جیسے کرنا چاہیں جو ایک مسلمان کرتا ہے تو دراصل اُس کا آخرت پر یقین نہیں ہے کیونکہ آخرت پر یقین رکھنے والا سود سے دور ہوتا ہے سود کا اُس کی زندگی میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ شراب کے قریب نہیں جاتا وہ

کبھی تاش نہیں کھیلتا وہ **لَہْوَ الْحَدِیْثِ** میں مصروف نہیں ہوتا **أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ** وہ ایسا نہیں ہوتا کہ قرآن کو کبھی کھولے ہی نہ قرآن کو پڑھے ہی نہ وہ ایسا نہیں ہوتا کہ مسجد میں آئے ہی نہ وہ اپنے گھر کو مسجد بنا دیتا ہے وہ زمین کے چپے چپے کو مسجد بنا دیتا ہے اور وہ لوگ جو قرآن سے دور ہوتے ہیں وہ اتنے بدنصیب ہوتے ہیں وہ آخرت کی تیاری نہیں کرتے ان کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا کیونکہ دل کی گہرائیوں سے کلمہ نہیں پڑھا تھا یقین ہی نہیں کیا تھا کہ مرنا ہے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد ابن رجب سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھا تھا اور اُس کی موت کا وقت تھا نزع کا عالم اُس پر طاری تھا اور اُس کو کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ** کی تلقین کر رہا تھا مگر اِس کی زبان پر یہ کلمات نہیں آ رہے تھے آخری جملہ جو اِس کی زبان سے نکلا وہ اِس کلمے سے انکار پر مشتمل تھا پھر اِس کی موت واقع ہو گئی میں نے اِس کے بارے پوچھا کہ اِس کی سابقہ زندگی کیسی تھی جواب ملا وہ شراب کا عادی تھا شراب بہت زیادہ پیتا تھا اب موت کا وقت ہے کلمے کے لیے لوگ کہہ رہے ہیں لیکن اُس نے کلمے کا انکار کر دیا کیونکہ نشہ اور اُس کی عادت پتہ ہی نہیں کہ کلمہ کیا ہے حضرت شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے گناہوں سے بچو یہ انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں اسی طرح حضرت ربیع بن صبرہ رحمہ اللہ علیہ یہ بصرہ کے مشہور عابدوں میں سے تھے حضرت امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ملک شام میں چند لوگوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص کی موت کا وقت قریب تھا اس سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو وہ جواب میں کہتا تھا خود بھی پیو اور مجھے بھی جام بھر کر دو اسی طرح ایک اور شخص سے کہا گیا لا الہ الا اللہ کہو وہ جواب میں کہتا تھا دس کے دو دس کے دو یہ تاجر تھا یہ چیزیں فروخت کرتا تھا اور ہر وقت یہی کہتا تھا دس کے دو دس کے دو اور بس وہ اپنے آخری وقت یہی کہتا رہا بعض اوقات آپ کوئی کام کرتے ہیں وہ آپ کا معمول بن جاتا ہے آپ اگر سو جائیں تو آپ اس وقت بھی بڑبڑا رہے ہوتے ہیں پھر اسی طرح حضرت امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب ہے **جواب الکافی** اس میں کہتے ہیں کہ ایک شخص جو مرنے کے قریب تھا جب اس کو **لا الہ الا اللہ** کہنے کو کہا گیا کہ تم **لا الہ الااللہ** پڑھو تو جواب میں اس نے کہا آہ میری زبان ساتھ نہیں دے رہی ایک اور شخص سے کہا گیا تو وہ جواب میں تاش کے دو پتوں کے نام لیتا تھا شاہ اور رخ کیونکہ اکثر یہ تاش کھیلتا تھا اور اس کی زبان پر یہی الفاظ تھے اسی طرح کہتے ہیں گجرات کے علاقے میں ایک شخص تھا اور بس کے اڈہ پر وہاں پہ وہ گھاس بیچا کرتا تھا اور جب اس کی موت کا وقت آیا کیونکہ بس یہی اس کی تجارت تھی یہی اس کا کام تھا نہ نماز سے تعلق نہ اللہ تعالیٰ کے جو فرائض ہوتے ہیں اس سے تعلق تو جب اس کی موت کا وقت آیا تو لوگ اس کو کہتے تھے کہ کلمہ پڑھو لا الہ الا اللہ اس کے پاس پڑھتے تھے تو کہتے ہیں کہ آخر وقت تک وہ یہی کہتا تھا دو آنے کا گٹھ لے لو دو آنے کا گٹھ دو آنے کا گٹھ کہ گھاس اتنے کی ہے آئیے میں اور آپ بھی دیکھیں میری اور آپ کی زبان پر کیا باتیں ہوتیں ہیں ہماری باتوں سے پتہ چلے گا آخرت کی تیاری کتنی ہے اور آخرت پر یقین کتنا ہے کتنی آخرت کی باتیں کرتے ہیں حضرت بی بی آسیہ کی طرح کتنی دعا کرتے ہیں کہ **رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ** اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے پاس میرے لیے گھر بنا دے کتنا موت کو یاد کرتے ہیں کتنا قبر ہمیں ڈراتی ہے قبر کا حال جہنم کا خوف اور دہشت کتنی ہم پہ طاری ہوتی ہے جنت کا شوق کتنی دفعہ مجھے اور آپ کو نیکیوں کی طرف بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ یُوقِنُونَ** اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں

آیت نمبر 4۔ إِنَّ ٱلَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ أَعْمَٰلَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُونَ

ترجمہ۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے لیے ہم نے اُن کے کرتوتوں کو خوشنما بنا دیا ہے، اس لیے وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں

آیت نمبر 4 میں آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے اوصاف بتائے گئے ہیں جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں بے شک یہ وہ لوگ ہوتے ہیں **لَا يُؤْمِنُونَ** یہ ایمان نہیں لاتے **بِٱلْـَٔاخِرَةِ** آخرت پر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **زَيَّنَّا لَهُمْ** ہم نے خوبصورت بنا دیا ہے ہم نے مزین کر دیا ہے ہم نے سجا دیا ہے **لَهُمْ** اُن کے لیے کیا تھا سجایا **أَعْمَٰلَهُمْ** ان کے اعمال کو یعنی ان کے بد اعمال ،برے اعمال ،گناہ ، گناہوں کی گٹھڑیاں ،شرک، کفر ،نفرت عداوت، حسد، دنیا کی محبت لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں چونکہ یہ ایمان نہیں لاتے آخرت پر اس لیے ہم نے ان کے برے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا۔ ہوتے یہ گمراہ ہیں لیکن گمراہی کے کام اچھا سمجھ کر کرتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات تو ہو رہی ہے آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی اور یہ جو اعمال سجا دئیے گئے ہیں ایک تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے اعمال بد ان کے لیے سجا دئیے گئے ہیں جیسے سورت آل عمران **زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ**---- (14) میں اور اسی طرح سورت البقرہ میں **زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا** -------- (212) اسی طرح سورت الانعام میں **وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ** --- (137) ان سب کے معنی کیا ہیں کہ برے اعمال دنیا کی زندگی اور یہ کھیتیاں یہ شہوت یہ عورتیں سونے چاندی کے ڈھیر اور یہ گھوڑے یہ ساری چیزیں ان کے لیے خوشنما بنا دی گئیں بس اسی کے پیچھے بھاگتے ہیں صبح سے لے کے رات تک حتیٰ کہ زندگی کی رات ہو جاتی ہے حتیٰ کہ جوانی بڑھاپے میں ڈھل جاتی ہے حتی کہ یہ زندگی اور موت کا رشتہ جو دھاگے کی طرح ہے پھر ٹوٹ جاتا ہے اور پھر کیا ہے کہ وہ انسان اس نے آخرت کی کچھ بھی تیاری نہیں کی ہوتی اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پہ اعمال سے مراد نیک اعمال ہیں معنی کیا ہیں کہ اللہ تعالی نے نیک اعمال کو ان کے سامنے مزین کر کے پیش کیا تھا لیکن افسوس کہ انہوں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی افسوس کہ یہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے قرآن کا انکار کرنے والے تھے اس لیے انہوں نے اپنی تمام ذہانت اور قابلیت کو اعمالِ بد پر لگایا برے اعمال میں بھٹکتے رہے یہاں تک کہ فرشتہ اجل نے آکر ان کو دبوچ لیا ان کو آکر پکڑ لیا تو پہلی جو تین آیتیں ہیں اس میں کیا ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالی نے قرآن کو برتر، عالیٰ ،افضل ،بہترین کلام کے طور پر پیش کیا ہے اور آیت نمبر 2 اور 3 میں اللہ رب العزت نے یہ بات بتائی ہے کہ قرآن مجید کی جو صفات ہیں ہدایت اور بشارت والی اس سے جو لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں ان کے اندر کیسے اوصاف ہونے چاہیئں اور آیت نمبر 4 میں اللہ رب العزت بتاتے ہیں کہ آخرت پر ایمان نہ رکھنا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہوتی ہے اور اپنے برے اعمال کو وہ اچھا سمجھتے ہیں **فَهُمْ يَعْمَهُونَ** اور اسی میں وہ بھٹکتے رہتے ہیں لہٰذا وہ اندھے بنے پھرتے ہیں اب آپ دیکھ لیجیے کہ گویا کہ دنیا کا مفاد۔ بس اسی کی فکر میں ہیں یعنی مادہ پرست جو بھی کر رہے ہیں بس فضول بحثیں ہیں ،فضول باتیں ہیں، خسارے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ان کو کچھ احساس ہی نہیں ہے جیسے شتر بے مہار بس چلا جا رہا ہے تو **يَعْمَهُونَ (ع م ہ)** کے معنی کیا ہوتے ہیں ایک ہوتا ہے **(ع م ی)** اس کے معنی ہوتے ہیں آنکھ کا اندھا اور یہاں پہ دل کا اندھا اس کا مطلب کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت کی طرف نہیں آتے قرآن کی طرف نہیں آتے بس بھٹک رہے ہیں

آیت نمبر 5۔ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَهُمْ سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ وَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ
ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے بُری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں

یہی وہ لوگ ہیں **لَهُمْ سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** ان کے لیے بری سزا ہے کیسی سزا ہے؟ بری سزا کن لوگوں کے لیے؟ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جن کے اندر یہ صفات نہیں ہیں جو مومنانہ صفات ہیں جو قرآن

کو ہدایت اور بشارت کی کتاب نہیں مانتے یہ وہ لوگ ہیں **لَهُمْ سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** کہ ان کے لیے برا عذاب ہے تو **سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** جو ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر برا عذاب دنیا کا عذاب ہے یعنی اس کا تعلق دنیا کے عذاب سے ہے۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ کہ جن لوگوں نے قرآن کو جھٹلایا مکی دور میں اور رسول ﷺ کو جھٹلایا اس دور میں کافر جو تھے ان کے لیے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے عذاب دے دیا جیسے کہ مختلف غزوات، قحط اور اس کے علاوہ **لَهُمْ** کی ضمیر آج کے دور کے لوگوں کے لیے بھی ہے جو لوگ بھی اللہ اور اللہ کے رسول توحید اور آخرت کو جھٹلائیں گے تو ان کے لیے دنیا میں بھی عذاب ہے اور **سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** آخرت میں بھی برا عذاب ہے **سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب دونوں ہی اس سے مراد ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پہ **سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ** سے مراد صرف دنیا کا عذاب ہے کیوں کہ آخرت کے عذاب کے لیے پھر واضح طور پر آیا **وَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ** کہ دنیا میں تو اِن پر مسائل مشکلات اور قحط اور سیلاب اور جنگیں اور مختلف آفتوں کے ذریعے دنیا میں بھی اللہ ان کو تباہ و برباد کرے گا لیکن آخرت میں وہ لوگ جو ہیں **هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ**۔ گویا کہ یہی لوگ ہیں۔ یہ کیا ہے؟ یہ کلمۂ حصر ہے تاکید کے لیے **هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ** پیچھے دیکھیں **لَهُمْ** آیا پھر **هُمُ** آیا اور پھر **هُمُ** آگیا تو آخرت کو ماننے والے بھی وہاں پہ بھی ضمیر کی تکرار ہے ضمیر منفصل کی اور یہاں پہ بھی ضمیر منفصل کی تکرار ہے تین دفعہ آگیا اور کیا کہا اللہ تعالی نے **ٱلْأَخْسَرُونَ** اور یہ کیا ہے افضل التفضیل ہے مبالغہ ہے کیسے مبالغہ ہے تفضیل جب پائی جاتی ہے تو اس کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ جیسے **اَفْعَلُ** کے وزن پر یہاں کیا ہے؟ **ٱلْأَخْسَرُونَ** جمع ہے کیونکہ پیچھے **هُمُ** کی ضمیر ہے تو سارے کے سارے سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں تو یہاں پر حصر بھی ہے تاکید بھی ہے کیونکہ یہ لوگ ایسے تھے کہ کبھی ان کو آخرت کا خیال ہی نہیں آیا تھا کبھی موت یاد ہی نہیں آئی تھی کبھی حشر کا میدان اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں میں کبھی ان کو ڈر ہی نہیں لگا تھا کبھی فکر ہی نہیں کی تھی یہ وہ لوگ ہیں جو سخت نقصان پانے والے ہیں آپ دیکھیں کہ **خٰسِرُونَ** بھی تو اللہ تعالی کہہ سکتے ہیں یہاں پر کیا ہے؟ **ٱلْأَخْسَرُونَ** سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں۔ تھوڑا خسارہ نہیں بلکہ سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں بھی خسارے میں رہنے والے ہیں اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں خسارہ کیا ہے؟ انسان دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دنیا مجھے مل جائے گی دنیا کسی کے گھر کی باندی نہیں ہے کسی کے پاؤں کی جوتی نہیں ہے دنیا اور آخرت کی مثال ایسے ہے جیسے کہ پرندہ اور اس کا سایہ اور دنیا ایسے جیسے کہ سایہ ۔آپ سائے کے پیچھے بھاگتے ہیں بھاگتے ہیں بھاگتے ہیں کبھی سایہ بھی ہاتھ میں آیا ہے اے بھولے انسان اے آپ اور میں یعنی ہم سب اپنے آپ سے پوچھیں کبھی کسی نے سائے کو پکڑا ہے آپ سائے کے پیچھے بھاگتے ہیں سایہ اور آگے ہو جاتا ہے اور ڈھل جاتا ہے تو آخرت ہے پرندہ۔ پرندے کو جب آپ ہاتھ میں لیں گے تو سایہ آپ کے قدموں میں آ جائے گا جب آپ آخرت کی فکر کریں گے تو دنیا کی فکر اللہ اپنے ذمہ لے لیتا ہے پھر اللہ آپ کا والی بن جاتا ہے وکیل بن جاتا ہے سہارا بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ضامن بن جاتا ہے تو معنی کیا ہیں **هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ** یہ اتنے بدنصیب ہیں یہ اتنے گھاٹے میں رہنے والے ہیں

؎۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
کچھ بھی نہ ملا

؎ مَیں لہلہاتی شاخ کو سمجھا تھا زندگی
پتا گرا تو درسِ فنا دے گیا مجھے

اور انسان بہار کو ہی سمجھتا ہے کہ زندگی ہے جوانی کو سمجھتا ہے زندگی ہے دنیا میں رہنے کو ہی زندگی سمجھتا ہے لیکن اصل بات کیا ہے کہ

؎ پیشانئ بہار پہ تحریر ہے خزاں

شاخ شاخ پہ پھول سجا پھر اس کے بعد کیا
دنیا اگرچہ مل بھی گئی پھر اس کے بعد کیا **هُمُ ٱلۡأَخۡسَرُونَ** یہی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے ہیں

آیت نمبر 6۔ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى ٱلۡقُرۡءَانَ مِن لَّدُنۡ حَكِيمٍ عَلِيمٍ
ترجمہ۔ اور (اے محمد ﷺ) بلاشبہ تم یہ قرآن ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہو

اور اے محمد ﷺ **لَتُلَقَّى ٱلۡقُرۡءَانَ** آپ کو سکھایا جا رہا ہے، تلقین کی جا رہی ہے، یہ عظیم قرآن آپ کو دیا جا رہا ہے **مِن لَّدُنۡ** کی طرف سے۔ یہاں پہ **لَّدُنۡ** جو ہے یہ ظرف ہے ویسے تو ظرف زماں بھی ہوتا ہے مکاں بھی ہوتا ہے تو یہاں پہ کیا ہے ؟ ظرف مکاں، یعنی دیا جا رہا ہے **حکیمٍ علیم** حکمت والے اور علم رکھنے والے کی طرف سے۔ اللّٰہ تعالیٰ کی دو صفات کا یہاں پہ ذکر آیا ہے اور وہ ہے حکیم یہاں پہ یہ فعیل کے وزن پر ہیں کہ تمہارا رب جو تمہیں قرآن دے رہا ہے اس کے جو کام ہیں وہ حکمت پر مبنی ہیں علم اور حکمت کے موتی ہیں جو تجھے دیے جا رہے ہیں قرآن کیا ہے؟ حکمت ہے اور **عَلِيم** علم والا جب دے رہا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اللّٰہ کون ہے؟ عالم ہے **عَلِيم** ہے اس کو خوب پتہ ہے کہ انسان کے فرائض کیا ہیں کیسے وہ دنیا میں رہے کن چیزوں کی اس کو ضرورت ہے اور اللّٰہ کے ہر کام میں حکمت ہے تو یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید حکیم اور علیم ذات کی طرف سے ہے جو حکمت اور دانائی سے مالا مال ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حکمت بنا کر اور **عَلِيم** بنا کر انسانوں کی اصلاح اور ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ دینے والی ہستی حکیم اور علیم ہے مکہ کے لوگ علیم اور حکیم نہیں ہیں